بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

# نظرات

پاکستان کو قائم ہوئے تقریباً پینتیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے مگر ہم ابھی تک اپنے سابق غیر ملکی حاکموں کی زبان انگریزی کو ترک کرنے اور اپنی قومی زبان اُردو کو رائج کرنے میں ناکام رہے ہیں جبکہ کم و بیش اسی عرصے میں آزاد ہونے والے دوسرے ممالک نے آزاد ہوتے ہی اپنے سابق آقاؤں کی زبان کو خیر باد کہہ کر اپنی قومی زبان کو اپنا لیا ہے چنانچہ انڈونیشیا نے ڈچ کو، برما نے انگریزی کو اور شام نے فرانسیسی کو چھوڑ کر علی الترتیب انڈونیشی، برمی اور عربی کو رائج کر دیا ہے۔ پاکستان میں مختلف افراد اور اداروں کی مخلصانہ جدوجہد اور حکومت کے فیصلے کے باوجود قومی زبان کی ترویج میں تاخیر بلکہ اس کے برعکس نئے نئے انگلش میڈیم اسکولوں کا قیام بظاہر ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے۔ اس تاخیر کے اسباب پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض اسباب کا تعلق نفسیات سے ہے اور بعض کی بنیاد لاعلمی اور غلط فہمی پر ہے۔

بعض لوگ ابھی تک اپنے سابق آقاؤں کی زبان اور تمدن کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں اور انگریزی زبان سے اس ذہنی وابستگی کی وجہ سے وہ اسے ترک کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ یہ لوگ انگریزی زبان اور تمدن کو اپنا کر اپنے آپ کو ایک اونچا طبقہ تصور کرتے ہیں حالانکہ خود انگریز اپنی نقل اور تقلید کرنے والوں کو نہایت حقیر سمجھتے ہیں۔ انگریزی کے دلدادہ اس نام نہاد اونچے طبقے کی دیکھا دیکھی عام لوگوں میں بھی انگریزی زبان کی برتری کا احساس پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اردو بولتے وقت بہت سے لوگ بڑے فخر کے ساتھ اور فیشن کے طور پر کثرت سے انگریزی الفاظ کا استعمال کرتے

ہیں۔ اپنے کارخانوں، فرموں، اداروں اور دکانوں کے نام انگریزی میں رکھتے ہیں۔ دکانوں وغیرہ کے بورڈ (تختے) انگریزی میں لکھواتے ہیں حالانکہ ملک کی پچانوے فیصد سے زیادہ آبادی ان انگریزی تحریروں کا مطلب نہیں سمجھتی۔ لوگوں کی اس ذہنیت سے فائدہ اٹھانے کے لئے بہت سے صنعتی ادارے اپنی مصنوعات کے انگریزی نام رکھتے ہیں حتیٰ کہ یونانی دواؤں کے بھی انگریزی نام رکھ کر ان کا اشتہار دیا جاتا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جو ادارے اردو زبان کی ترقی کی جدوجہد میں پیش پیش ہیں ان کے نام بھی ابھی تک انگریزی ہی ہیں مثلاً سائنٹفک سوسائٹی آف پاکستان اور آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس وغیرہ۔

دراصل انگریزی زبان کو ترک کرنے کی ضرورت اس زبان سے نفرت کی وجہ سے نہیں ہے۔ قرآن کریم میں زبانوں اور رنگوں کے اختلاف کو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ اس زبان سے جو اس ملک کے لئے اجنبی ہے چھٹکارا حاصل کیا جائے لیکن خود برطانیہ کے لوگ اگر مسلمان بھی ہو جائیں تو ان کے لئے یہی بات ضروری بھی ہوگی اور معقول بھی کہ وہ انگریزی زبان ہی کو اپنائے رکھیں۔ آزاد شدہ ممالک کے لوگ اگر اپنے سابق آقاؤں کی زبان اور تمدن کو فخر کے ساتھ قائم رکھیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انہیں ان آقاؤں کی غلامی پر فخر ہے۔

علاوہ ازیں انگریزی سے وابستگی ہمارے قومی تشخص اور انفرادیت کے بھی منافی ہے۔ اقوامِ عالم کا یہ دستور ہے کہ وہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر اپنی قومی زبان سے کام لیتے ہیں چنانچہ پاکستان میں تمام مختلف ممالک کے سفارت خانے اپنی اپنی قومی زبانوں میں کام چلا رہے ہیں۔ کراچی میں مؤتمر عالمِ اسلامی اور شعوب المسلمین وغیرہ کے جو اجلاس منعقد ہوئے ان میں مصر، الجیریا، شام، سعودی عرب، ایران اور انڈونیشیا وغیرہ کے نمائندوں نے اپنی قومی زبانوں میں تقریریں کیں لیکن ہمارا حال ان سب کے برعکس ہے۔ ہمارے ملکی نمائندے نہ صرف یہ کہ بین الاقوامی اجتماعات میں انگریزی میں خطاب کرتے ہیں بلکہ قومی سطح پر بھی بہت سے لوگ انگریزی ہی میں بولنا پسند

کرتے ہیں چاہے اس کو کوئی سمجھے یا نہ سمجھے۔ اس سلسلہ میں یہ بات بڑی حوصلہ افزا ہے اور یہ یقیناً اردو کے فروغ کے لئے ایک عظیم محرک کی حیثیت رکھتی ہے کہ صدرِ مملکت عالی جناب جنرل محمد ضیاالحق صاحب قومی اور بین الاقوامی سطح پر زیادہ تر اُردو میں خطاب فرماتے ہیں۔

زبان کے سلسلے میں یہ بات توجہ طلب ہے کہ جب کسی اجنبی زبان میں کوئی مضمون پڑھا جاتا ہے تو ذہنی صلاحیتیں زیادہ تر اس زبان کے سمجھنے میں صرف ہو جاتی ہیں اصل مضمون کی طرف توجہ کم ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے طالب علم اگر زبان کچھ سیکھ بھی لیتے ہیں تو مضمون میں کمزور رہ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے طالب علم زبان کی الجھنوں اور علمی مضامین میں کمزوری کی وجہ سے عموماً تخلیقی صلاحیتوں سے محروم رہتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ برصغیر ہند و پاک میں قیادت جس کے لئے کہ تخلیقی صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے زیادہ تر ان لوگوں کے ہاتھ میں رہی جن کا اپنا ذریعۂ تعلیم اُردو تھا۔ جس خوبی اور آسانی کے ساتھ آدمی اپنی مادری زبان یا اس سے ملتی جلتی کسی اور زبان میں اپنے خیالات دوسروں تک پہنچا سکتا ہے اتنا کسی بالکل اجنبی زبان میں نہیں پہنچا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈیڑھ سو سال کی انگریزوں کی غلامی میں انگریزی پر اس قدر توجہ کے باوجود چند مستثنیات کو چھوڑ کر برصغیر ہند و پاک کے لوگ فصیح و بلیغ انگریزی لکھنے پر قادر نہیں ہو سکتے اور اب تو صورتِ حال یہ ہے کہ اکثر بڑے بڑے سند یافتہ لوگ بھی نہ کوئی عبارت صحیح طور پر انگریزی میں لکھ سکتے ہیں نہ اُردو میں اور نہ ہی انہیں روانی کے ساتھ اس زبان میں بات کرنے پر قدرت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میٹنگوں میں جن میں کہ ذریعہ اظہار عموماً انگریزی ہوتا ہے بہت سے لوگ اپنی بات پوری طور پر بیان نہیں کر سکتے اور بعض لوگ بہت اچھے افکار رکھنے کے باوجود انگریزی بول چال پر عبور نہ رکھنے کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں اور اس طرح میٹنگوں میں انگریزی کا اہتمام قومی نقصان کا سبب بنتا ہے۔ دفاتر میں انگریزی کا ایک اور نقصان یہ ہے کہ عوام کو اپنی درخواستیں اور دیگر کاغذات انگریزی میں لکھوانے کے لئے اپنا وقت، پیسہ اور دماغی قوت ضائع کرنے پڑتے ہیں۔ اس

کے علاوہ دفتری عملے کو بھی انگریزی میں اپنی یادداشتیں اور تجاویز مرتب کرنے کے لیے مشکل پیش آتی ہے اس طرح دفتری کام میں تاخیر پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے عوام کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بعض لوگوں کا بڑی دیانتداری سے یہ خیال ہے کہ اُردو میں ذریعۂ تعلیم بننے اور دفتری ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ جب انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کیا تھا تو مغلوں کے دور میں نافذ فارسی زبان کو ہٹا کر سارے ملک کی عدالتوں اور دفتروں میں اردو زبان ہی کو نافذ کیا تھا۔ اس کے علاوہ حیدرآباد دکن اور بعض دوسری ریاستوں میں اُردو ہی ذریعۂ تعلیم اور عدالتوں اور دفتروں کی زبان تھی۔ آج کل آزاد کشمیر میں بھی اُردو ہی رائج ہے۔ اس کے علاوہ کئی سال سے صوبہ پنجاب کے محکمۂ اوقاف میں بھی دفتری زبان اُردو ہی ہے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اُردو کو ہر قسم کے اظہار و ابلاغ کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔

جن لوگوں نے انگلش میڈیم اداروں میں تعلیم حاصل کی ہے اور ان کی عمر کا ایک بڑا حصہ انگریزی ہی میں کام کرتے گزرا ہے ان میں اُردو کے سلسلے میں عموماً خود اعتمادی کی کمی پائی جاتی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اُردو میں کام چلانا ان کے لئے مشکل ہوگا اور شاید یہ بھی سوچتے ہوں کہ ان کی اُردو کی کمزوری دیکھ کر دوسرے لوگ ان کی قابلیت پر شک کریں گے۔ اس قسم کے خیالات کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ لیکن قوم سے ہمدردی اور ملک سے وفاداری کا تقاضہ یہ ہے کہ لوگ نہ تو زبان کی مشکلات سے گھبرائیں اور نہ اپنی قابلیت پہ حرف آنے سے ڈریں ہر انقلاب کے وقت کچھ مشکلات تو پیش آتی ہی ہیں جن کو برداشت بھی کرنا پڑتا ہے اور اپنے مفادات کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔ ایک مسلمان کے لئے تو مفادِ عامہ کے ایسے اعمال صدقۂ جاریہ کی حیثیت رکھتے ہیں جن کا اجر و ثواب آخرت میں ملے گا۔ ویسے کوئی معقول آدمی کسی ایسے شخص کی اُردو کی کمزوری کو دیکھ کر جس کو ہمیشہ انگریزی سے سابقہ پڑا ہو اس کی قابلیت پر شک نہیں کر سکتا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سائنسی اور فنی تعلیم کا حصول انگریزی کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لئے انگریزی کو ہی اس ملک کی زبان رہنا چاہئیے۔ دراصل انگریزی زبان اتنی ناگزیر نہیں ہے جتنا کہ اسے سمجھا جاتا ہے۔ خود یورپ میں انگریزی کو یہ مقام حاصل نہیں ہے۔ جرمنی، فرانس اور اٹلی وغیرہ کے لوگ اپنی اپنی زبانوں میں تعلیم دیتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ اُردو میں سائنس اور فنی تعلیم کا ذریعہ بننے کی صلاحیت ہے یا نہیں تو جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے حیدر آباد دکن میں یہ تجربہ بڑی کامیابی کے ساتھ ہو چکا ہے۔ وہاں پر قانون، ڈاکٹری اور انجینیئری کی تعلیم بھی اُردو میں ہوتی تھی، وہاں کے اہل علم و فن نے علوم و فنون کی انگریزی اصطلاحات کا بھی ترجمہ کر لیا تھا اور بہت سی انگریزی کتابوں کا بھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے خود بھی* اُن میں سے کئی کتابیں ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کے کتب خانے میں بھی موجود ہیں۔ اُردو کے علمی اور فنی زبان بننے کی صلاحیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک مختلف علوم و فنون سے متعلق اُردو کی دو لاکھ سے زائد کتابیں طبع ہو چکی ہیں اور ہماری درسگاہیں ابتدائی تعلیم سے لے کر یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم تک اُردو زبان کی کامیابی کا ثبوت فراہم کر چکی ہیں۔ اس طرح میڈیکل اور انجینیئرنگ کالجوں میں بھی اصطلاحات کو چھوڑ کر باقی لیکچر اُردو میں ہو سکتے ہیں۔ جو لوگ مزید تحقیق اور تعلیم کے لئے امریکہ یا یورپ کے ممالک میں جائیں وہاں جا کر انگریزی کی قابلیت میں اضافہ کر سکتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لئے ان ممالک میں جانے والے طالب علم وہاں جا کر بعض دوسری زبانیں مثلاً فرانسیسی یا لاطینی سیکھتے ہیں۔ جہاں تک اُردو میں اصطلاح سازی کا تعلق ہے تو یہ کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ مجلسِ اصطلاحات دفتری، حکومت پنجاب نے دفتری اصطلاحات کی ایک جامع لغت شائع کر دی ہے جو تمام دفتری امور کی انجام دہی کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح علوم و فنون کی اصطلاحات [redacted] کا ترجمہ حیدر آباد دکن میں ہو گیا تھا، اس کے بعد یہ کام کافی حد تک ادارۂ تحقیق و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی اور بعض دوسرے ادارے بھی کر چکے ہیں اگر اصطلاحات کے استعمال میں فی الحال کوئی دقت محسوس ہو تو وقتی طور پر انگریزی اصطلاحات کو بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

* انہوں نے کتابیں مرتب کی تھیں

اصطلاحات کے ساتھ ساتھ دوسری ضرورت اُردو ٹائپ رائٹروں کی تھی۔ الحمدللہ اب یہ ضرورت بھی پوری ہو گئی ہے حکومت نے اُردو کے سلسلے میں مقتدرہ قومی زبان کو جو سہولتیں فراہم کی ہیں ان میں ایک نہایت اہم سہولت کا تعلق معیاری اُردو ٹائپ رائٹر کی تیاری سے ہے جس کو ٹیلی فون انڈسٹریز آف پاکستان نے تیار کر لیا ہے۔ ان سہولتوں کی فراہمی کے بعد اب تعلیمی اداروں اور دفتروں میں اُردو کی ترویج میں تاخیر کا بظاہر کوئی عذر باقی نہیں رہا ہے۔

دفتروں میں اُردو کا نفاذ ہو جائے تو تعلیمی اداروں میں بھی اُردو کو تیزی سے ذریعۂ تعلیم بنانے میں مدد ملے گی۔ دفتروں میں انگریزی کی وجہ سے بھی انگریزی کو ذریعۂ تعلیم بنانا پڑتا ہے اور اس سے بڑھ کر اس وجہ سے بھی لوگ اپنے بچوں کے لئے انگریزی ذریعۂ تعلیم کو پسند کرتے ہیں تاکہ ان کے بچے فارغ التحصیل ہو کر جب اعلےٰ ملازمتوں کے لئے مقابلے کے امتحانات میں شریک ہوں انٹرویو دیں تو اپنی انگریزی کی مہارت کی وجہ سے کامیاب ہو جائیں۔ بڑے بڑے عہدوں پر فائز لوگ اپنے بچوں کو عموماً انگلش میڈیم اسکولوں میں تعلیم دلاتے تھے جبکہ باقی لوگ اُردو میڈیم اسکولوں میں پڑھتے تھے، پھر انہیں بڑے لوگوں کے بچے انگریزی میں روانی کی وجہ سے انٹرویو اور مقابلے کے امتحانات میں کامیاب ہو کر بڑے عہدوں پر فائز ہو جاتے تھے۔ اس طرح اعلےٰ آسامیوں پر ایک طبقے کی اجارہ داری قائم تھی، لیکن اب ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی اعلیٰ ملازمتوں کے شوق میں اپنے بچوں کو انگریزی اسکولوں میں پڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں گلی گلی نئے نئے انگلش میڈیم اسکول کھل رہے ہیں، ایک طرف تو حکومت کی طرف سے یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ پرانے انگریزی ذریعۂ تعلیم والے تعلیمی ادارے آہستہ آہستہ اُردو کو بطور ذریعۂ تعلیم اختیار کریں، دوسری طرف لوگ اس مجبوری کی بنا پر کہ اچھی انگریزی جاننے کے بغیر ان کے بچے انٹرویو اور مقابلے کے امتحانات میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اپنے بچوں کو انگلش میڈیم اسکولوں میں داخل کرانے پر مجبور ہوتے ہیں لہٰذا اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے بھی دفتروں سے انگریزی کو ختم کرنا ضروری ہے۔

اُردو زبان کی ترویج ایک قومی مسئلہ ہے۔ اس کی ذمہ داری صرف حکومت ہی پر عائد نہیں ہوتی بلکہ قوم کا ہر فرد اس ذمہ داری میں شریک ہے۔ لہٰذا اس معاملے میں اپنی اپنی سطح پر ہر ایک کو دلچسپی لینی چاہیئے اور اُردو کی ترویج کے لئے بھرپور جدوجہد کرنی چاہیئے۔ جو کچھ اب تک بیان کیا گیا ہے اس کی روشنی میں مندرجہ ذیل اقدامات بالکل ضروری معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ مختلف طریقوں سے یہ بات لوگوں کے ذہن نشین کرانی چاہیئے کہ انگریزی ان لوگوں کی زبان ہے جو زبردستی ہمارے آقا بن بیٹھے تھے اور اس لئے دورِ غلامی کی اس علامت کو جلد از جلد ختم کر دینے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ یہ زبان چونکہ اجنبی بھی ہے جس کا باقی رکھنا اپنے اوپر ایک بوجھ لاد رکھنے کے مترادف۔ یہ باتیں اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں تو اس سے چھٹکارا پانا آسان ہو جائے گا۔

۲۔ انگریزی زبان چونکہ فخر کی چیز نہیں بلکہ سابق غلامی کی علامت ہونے کی وجہ سے ہمارے لئے ذلت کا موجب ہے لہٰذا اس کو بلاوجہ فخر اور فیشن کے طور پر اپنی گفتگو اور تحریر کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ اُردو بولتے اور لکھتے وقت سوائے ان الفاظ کے جو بالکل اردو کا حصہ بن چکے ہیں مثلاً ریڈیو۔ ٹی وی اور اسٹیشن وغیرہ انگریزی کے دوسرے الفاظ کے استعمال سے احتراز کرنا چاہیئے۔

۳۔ دفتروں، کارخانوں، فرموں اور دکانوں کے نام اُردو میں رکھنے چاہئیں۔ اگر فی الحال انگریزی نام کا بدلنا کسی وجہ سے مشکل نظر آئے تو اس کا اُردو ترجمہ ساتھ ضرور دینا چاہیئے۔

۴۔ دکانوں وغیرہ پر جو تختے (بورڈ) نصب کئے جائیں ان پر دکانوں وغیرہ کے نام اُردو رسم الخط میں لکھے جانے چاہئیں چاہے اصل نام انگریزی ہی ہوں یا پھر انگریزی اور اُردو دونوں میں لکھے جائیں۔

۵۔ سوئی گیس، پانی اور بجلی وغیرہ کے بل اور ان پر مطبوعہ ہدایات اُردو میں درج ہونی چاہئیں۔ اسی طرح بینکوں کی چیک کی کتابیں اور دکانوں وغیرہ کی رسیدوں کی

کتابیں بھی اُردو میں ہونی چاہئیں۔

۶۔ بینکوں وغیرہ میں دستخط اُردو میں کئے جائیں کیونکہ دستخطوں کے سلسلے میں کہیں بھی یہ پابندی نہیں ہوتی کہ وہ انگریزی ہی میں ہوں۔

۷۔ چونکہ پاکستان کے دفاتر اور تعلیمی اداروں کا تقریباً ہر ملازم اُردو سمجھتا اور بولتا ہے لہذا حکومت کی طرف سے ایک آرڈیننس کے ذریعے دفاتر اور تعلیمی اداروں میں اُردو کے نفاذ کے احکام جاری کئے جائیں۔

۸۔ تقرر اور ترقی کے وقت اُردو میں مہارت اور اُردو میں کارکردگی کی اہلیت کو اہم ترین معیارِ قابلیت قرار دیا جائے اور اس کے مطابق تقرر اور ترقی کا فیصلہ کیا جائے۔

۹۔ اُردو میں کارکردگی کی اہلیت کے لئے سی آر (ملازمین کی کارکردگی کی خفیہ رپورٹ) میں ایک خانے کا اضافہ کیا جائے۔

۱۰۔ تعلیمی اداروں میں صرف میٹرک یا انٹرتک انگریزی کو لازمی مضمون کی حیثیت سے رکھا جائے۔ اگلے درجوں میں اس کو اختیاری کر دیا جائے اور اُردو کو ہر سطح پر لازمی قرار دیا جائے۔

۱۱۔ دفتروں میں اُردو ٹائپ رائٹر تیزی سے فراہم کئے جائیں اور انگریزی ٹائپ رائٹروں کی مزید فراہمی روک دی جائے۔

۱۲۔ حکومت اور مختلف فرموں اور کارخانوں کی طرف سے اُردو ٹائپ اور شارٹ ہینڈ مفت سکھانے کا انتظام کیا جائے اور سیکھنے والوں کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی جائے۔

۱۳۔ ہر دفتر اور ہر تعلیمی ادارے کو علی الترتیب دفتری اصطلاحات اور علوم و فنون کی اصطلاحات پر مشتمل کتابیں فراہم کی جائیں۔

۱۴۔ سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں دفتری اجلاس (میٹنگیں) اُردو میں کئے جائیں۔

۱۵۔ آئندہ سے نئے انگلش میڈیم اسکولوں کے قیام پر پابندی عائد کی جائے اور پرانے اسکولوں پر نظر رکھی جائے کہ وہ حکومت کے سابقہ فیصلے کے تحت اپنے اسکولوں میں بتدریج اُردو کو بطور ذریعۂ تعلیم اپنا رہے ہیں یا نہیں۔ خلاف ورزی کے مرتکب اداروں کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے۔

۱۶۔ مختلف آسامیوں پر تقرر اور ترقی کے لئے انٹرویو اور مقابلے کے امتحانات کے لئے لازمی طور پر اُردو ہی کو ذریعۂ اظہار بنایا جائے۔

بہر حال مندرجہ بالا ان چند تجاویز پر حکومت اور عوام کی سطح پر عمل کیا جائے تو انشاء اللہ بہت جلد اس ملک میں قومی زبان کو فروغ حاصل ہوگا اور ہم ایک اجنبی زبان سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ فوری طور پر اگر آخری تجویز پر ہی عمل کر لیا جائے تو یہ مقاصد بہت جلد حاصل ہو سکتے ہیں۔